ڈاکٹر عارف نوشاہی

فارسی، اردو متون میں عربی عبارات کی تصحیح کا مسئلہ

(ایک ایرانی محقق علی محدّث کا نقطۂ نظر)

There are a plenty of Arabic words in Persion and Urdu texts but usually exact meanings of the words are not given due consideration. This article deals with this important issue of correct use of Arabic words in different texts.

خلاصہ

قدیم فارسی اور اردو متون میں مختلف مناسبتوں سے عربی عبارتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔انھیں مرتّب کرتے وقت ایسے مرتّبین جو عربی سے نابلد ہوتے ہیں،مشکل سے دوچار رہتے ہیں۔خاص طور پر ایسے فارسی متون جو غیر عربی مصنفین کی تصنیف سے ہوتے ہیں،ان کی عربی عبارات مغلوط اور غیر فصیح ہوتی ہیں۔انھیں مرتب کرتے وقت ایک ایرانی محقق علی محدث کا مشورہ ہے کہ ان پر اعراب نہ لگائے جائیں اور اگر ان عربی عبارات کا اصل مأخذ معلوم ہو تو اس کے مطابق تصحیح اور تدوین کی جائے۔

جب ہم فارسی یا اردو کے قدیم متون کی تدوین و ترتیب و تصحیح کرتے ہیں تو خواہ نخواہ ہمیں ان میں عربی عبارات سے بھی واسطہ پڑتا ہے، جو کچھ قرآنی آیات ہوتی ہیں، کچھ احادیث اور کچھ قدیم کتب سے اقتباسات اور صوفیہ کے فرمودات، کہیں کہیں عربی محاورے، ضرب الامثال اور اشعار عربی بھی در آتے ہیں۔قرآنی آیات کی تخریج اور انھیں صحت کے ساتھ نقل کرنا تو اب کوئی مسئلہ نہیں رہا کہ آیات اور احادیث کے اشاریے (کشّاف، مُعجم) چھپ چکے ہیں اور ان کے ذریعے اصل عبارت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ کشّاف اب سی ڈی کی صورت میں بھی دستیاب ہیں اور جو محققین کمپیوٹر استعمال کرتے ہیں وہ ان سے بسہولت فیض یاب ہیں۔اصل مسئلہ عجمی مصنفین کی کتب میں عربی عبارات کی صحت کا ہے، معنوی اعتبار سے بھی اور لغوی اعتبار سے بھی۔معنوی اعتبار سے اس طرح کے جو چیز جس سے منسوب کر کے پیش کی جا رہی ہے (مثلاً احادیث نبوی یا کسی صوفی کا قول یا عربی شعر) کیا وہ انتساب درست ہے؟ لغوی اعتبار سے یوں کہ مصنف یا کاتب نے جو عربی عبارت درج کی ہے وہ صرف ونحو کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ خاص طور پر عجمی کاتب اور نسّاخ، عربی عبارتوں کو جس طرح مشکول کرتے ہیں اور ان پر اعراب لگاتے ہیں، کیا وہ سب صحیح ہوتا ہے؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عجم میں تصنیف ہونے والی اکثر و بیشتر کتب جو غیر عربوں نے فارسی یا اردو میں لکھی ہیں۔ان کتب میں درج عربی عبارتیں اور ان پر لگائے گئے اعراب فصیح نہیں ہیں اور بعض دفعہ تو معنی سے عاری ہوتے ہیں!

مجھے حالیہ برسوں میں، جن دو چار فارسی کتابوں کو مرتّب کرنے کا موقع ملا ہے، ان میں جہاں جہاں عربی عبارتیں ہوتی، میں ان کی تصحیح کرتے وقت عاجز آ جاتا اور ناچار کسی عربی استاد سے رجوع کرتا۔کتاب جب چھپ کر آتی تو نقّاد حضرات

سیدھے عربی عبارات کی طرف لپکتے اوران کی صحت پر سوال اٹھاتے۔ فارسی متون میں عربی کتب کی تصحیح کے دوران مجھے ایک تجربہ یہ بھی ہوا کہ ایک ہی عربی عبارت میں نے دو مختلف عربی جاننے والوں کو دکھائی اور ان سے اعراب لگوائے اور معانی پوچھے گئے تو بعض اوقات دونوں میں اختلاف پایا۔ اس کی وجہ یقیناً اس عربی عبارت کا مغشوش اور پریشان ہونا بھی ہے جس سے مختلف مفاہیم متبادر ہو سکتے ہیں۔

حال ہی (۲۰۰۹ء) میں، جب مَیں اپنے خاندان سے متعلق ایک فارسی کتاب **تذکرۂ نوشاہیہ** مؤلفہ حافظ محمد حیات نوشاہی (سال تألیف ۱۱۴۶ھ) مرتّب کر رہا تھا تو ایک بار پھر مجھے اس میں عربی عبارات سے واسطہ پڑا۔ ان عربی عبارات کی تصحیح کے سلسلے میں بھی میری حساسیّت اور ذمہ داری ویسی ہی تھی جو اس کی فارسی عبارات کے لیے تھی۔ مصنف نے بعض مقامات پر تو عربی عبارت کے مأخذ کا حوالہ دیا تھا جنھیں اصل کے ساتھ ملا لیا گیا۔ البتہ ایسی صورت حال میں خود ایک مسئلہ درپیش ہو جاتا ہے کہ اصل متن (مأخذ) اور منقول متن کی عبارتوں میں جزوی اختلاف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں، راقم السطور اس حق میں ہے کہ اصل متن کے کسی مصدقہ اور مصحح متن کو معیار بنایا جائے اور منقول متن کے اختلافات کا ذکر کر دیا جائے۔ میں نے **تذکرۂ نوشاہیہ** کی عربی عبارات، پاکستان میں تین ایسے دوستوں کو دکھائیں جو پیشہ ورانہ طور پر عربی زبان و ادب کی تدریس و تحقیق سے وابستہ ہیں۔ انھوں نے از راہ کرم اپنی سمجھ کے مطابق بعض پریشان عبارتوں کو قیاساً درست کیا اور اعراب لگا دیے۔ لیکن مجھے شرح صدر نہیں تھا۔ آخر میں نے اپنے ایک ایرانی فاضل دوست، علی محدّث کو زحمت دی جو عجمی مصنفوں کے مزاج سے خوب واقف ہیں اور عربی بھی اچھی جانتے ہیں۔ ان کے والد میر جلال الدین محدث ارموی ایران کے کبار علماے عربی میں تھے۔ علی محدّث آج کل اُپسالا یونی ورسٹی، سویڈن کے کتب خانہ کے شعبۂ مخطوطات سے وابستہ ہیں، میں نے **تذکرۂ نوشاہیہ** کی تمام عربی عبارات کمپوز کر کے بغرض تصحیح و نظر ثانی انھیں وہاں بھجوائیں۔ انھوں نے جب میرے کاغذات واپس کیے تو اس کے ساتھ چار صفحات کا ایک خط بھی تھا جس میں عجمی کتابوں میں عربی عبارات اوران کی تصحیح کے بارے میں انھوں نے اپنے اور اپنے والد کے تجربات بیان کیے ہیں۔ چونکہ اس خط کے تمام نکات ہم جیسے مرتّبین کتب کے لیے سبق آموز ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس خط کا بہ تمام و کمال ترجمہ پیش کر دوں جو یہ ہے:

> ''**تذکرۂ نوشاہیہ** کی عربی عبارات پر مشتمل چار صفحات جو آپ نے ارسال فرمائے تھے، سرخ قلم سے حاشیے پر اصلاح کر کے اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔
>
> متون کی تصحیح اور پرانی فارسی کتابوں میں درآنے والی عربی عبارات میں کوشش کریں کہ زیر زبر نہ لگائیں۔ یہ میرا کہنا نہیں ہے، بلکہ میرے والدِ مرحوم کی تاکید اور نصیحت ہے، جو خود عربی ادب کے مسلّم اور بڑے استاد تھے۔ وہ خود اس کام سے پرہیز کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے۔ جب ان کی کتابیں طبع ہو کر آئیں تو یونی ورسٹیوں کے اساتذہ اور فضلاء ان سے کہنے لگے کہ وہ اپنی کتابوں میں اعراب اور حرکات کا اہتمام کیا کریں۔ ان کے کہنے پر انھوں نے ایسا کیا۔ مثلاً **شرح غرر الحکم** جو چھ جلدوں (+ اشاریہ) میں چھپی، سب میں زیر زبر لگائی۔ لیکن ان کا ذاتی نظریہ اس کام سے اجتناب کا تھا۔ وہ کہتے تھے: ''عربی کلمات کے کئی رُخ ہوتے ہیں، اعراب لگانے کے علاوہ، نحوی نقطۂ نظر سے بھی کلمات مختلف المعانی ہو سکتے ہیں''، پس بہتر یہی ہے کہ مرتّب اس کام سے پرہیز کرے۔ وہ تو عربی جاننے والوں کو یہ نصیحت کرتے تھے، اور اگر کسی نے عربی نہیں پڑھی اور وہ عربی نہیں جانتا تو اسے سو بار تاکید ہے کہ کلمات پر حرکات لگانے سے پرہیز کرے۔ اگر آپ قرآنی آیات پر حرکات لگائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ آپ کے سامنے ایک صحیح الکتابت مصحف موجود ہے اور آپ اس کی مدد سے زیر زبر لگا لیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ،اگر [قدیم متن کا] مصنف خود عربی ادب کا ماہر تھا اور آپ جو متن مرتّب کر رہے ہیں وہ اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کو اسی طرح چھاپ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہم تک بیشتر قلمی نسخے ایسے پہنچے ہیں جو بخط مصنف نہیں ہیں اور اکثر نسخے کم علم کاتبوں کے کتابت کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ہندی مصنفین نہ صرف یہ کہ عربی ادب پر عبور نہیں رکھتے، بلکہ کم جانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی لکھی ہوئی عربی عبارتیں، غلط، نارسا اور نامفہوم ہوتی ہیں۔ اس لیے اگر ان کا متن، جیسا کہ وہ ہے، مرتّب کیا جائے اور ٹھیک طرح تصحیح بھی ہو جائے، تب بھی متن اپنی جگہ پر قابل گرفت ہے، اس لیے کہ ان کی جملہ بندی اور تالیف خراب نہج پر ہوئی ہے۔

آپ نے مجھے مقالات عارف[1] کی جو دو جلدیں بھیجی ہیں، اگر ان میں کہیں کہیں عربی عبارت مختصراً آئی ہے تو بہت سی جگہوں پر ٹھیک ہے، لیکن اگر چند سطور یا آدھا صفحہ عربی متن کا آ گیا تو کہیں کہیں بالکل واضح ہے کہ عربی جملہ، تالیفِ عبارت اور قواعد انشاء کے نقطۂ نظر سے خراب ہے۔ یہ آپ کی ذات پر [بطور مرتّب] کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ اصل مصنف پر اعتراض ہے۔ پرانے زمانے میں جب علما کتابیں لکھتے اور اگر خود عربی ادب پر عبور نہیں رکھتے تھے تو کتاب کسی ایسے شاگرد کے سپرد کر دیتے تھے جو ماہر ادیب ہو اور اس سے کہتے: ''میاں! کتاب کو ٹھیک ٹھیک نقل کر دو۔'' جن ناقدوں نے آپ پر اعتراض کیا ہے،[2] اگر وہ منصف مزاج تھے، اے بسا اس مسئلے پر انھوں نے توجہ نہیں دی کہ اصل میں مولف کی عبارت نارسا ہے اور یہ مولف کی عربی سے عدم واقفیت کا معاملہ ہے، مرتّب بے قصور ہے۔

اگر آپ ایک ایسے متن پر کام کر رہے ہیں جس میں عربی عبارتیں بہت زیادہ ہیں، ناگزیر اپنے مقدمے میں وضاحت کر دیں کہ بطور مرتّب آپ کا ہاتھ زیادہ کھلا نہیں ہے اور آپ اپنے کو مجاز نہیں سمجھتے کہ عبارتوں کی ساخت اور ہیئت کو اُلٹ پلٹ دیں۔ اس طرح ایک مرتّب اپنے آپ کو نقادوں کی تنقید کے وار سے بچا لیتا ہے۔

یقیناً آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں نے خود [اپنے مرتّبہ] بعض [قلمی] رسائل کے مقدمہ میں لکھا ہے: ''مائکروفلم بہت مدھم تھی''،[3] اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ لفظ ''خورشید'' مائکروفلم میں کبھی کبھار ''جمشید'' بن جاتا ہے اور اگر مائکروفلم مدھم ہو تو ''مہشید'' بلکہ ''ابوسعید'' تک بن جاتا ہے! لہٰذا اگر میں نے مہشید یا ابوسعید لکھا ہے تو ایک ایسا نقاد جس کے پاس اس کتاب کا صحیح اور واضح قلمی نسخہ ہے وہ بڑے آرام سے تنقید کر سکتا ہے کہ فلاں مرتّب بہت جاہل ہے، اس نے خورشید کو ابوسعید پڑھا ہے!

اس لیے ضروری ہے کہ متن مرتّب کرنے والا شخص مقدمے میں بعض وضاحتیں کر دے، تا کہ قاری کو کوئی شبہہ اور وہم نہ ہو یا کوئی ان پڑھ نقّاد جو اس طرح کے موقعوں پر اپنی تنقید سے صرف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ وہی علم کا پتلا ہے، عوام الناس کے لیے اپنی دکان دانش نہ چمکائے۔

مثلاً آپ کے بھیجے ہوئے صفحہ ۴ پر تفسیر کبیر فخر رازی کا متن نقل ہوا ہے۔ اگر میرے پاس تفسیر کبیر ہوتی تو میں کوشش کرتا کہ اصل عبارت وہاں سے ڈھونڈوں اور اس سے مقابلہ کروں۔ لیکن یہاں میرے پاس نہیں ہے۔ اس عبارت میں ایک دو مقامات پر لفظ ''الهیّہ'' استعمال ہوا ہے، عرب لوگ ایسے مقام پر ''الوهیّۃ'' کہتے ہیں جو مصدر ہے۔ عرب متکلّمین کی کتب میں عام طور پر خارقٌ للعادۃ یا خوارق (بغیر تنوین) للعادات استعمال ہوتا ہے۔ خارق العادۃ اور خوارق العادات زیادہ تر فارسی اہل زبان کے ہاں مستعمل ہے۔

به ہر حال عربی متن کو عربی رہنا چاہیے، عجمی نہیں۔ ایسے معاملات کا مرتّب کو خیال رکھنا چاہیے۔ ورنہ مرتّب کا کام اس متن کا ایک اور مغلوط نسخہ عام کرنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔

طغرای کشمیری [م: ۱۱۰۰ھ] نے مشابہات ربیعی میں لکھا ہے کہ اس کے ایک دوست نے رسالہ فردوسیہ (جو طغرا کی اپنی ہی تصنیف ہے) کا ایک نسخہ تصحیح کی غرض سے اس کے پاس بھیجا جو از بس غلط تھا اور میں تصحیح نہ کر سکا، کیوں کہ اس میں کاتب نے مصنف سے زیادہ تصرف کیا تھا۔ جب طغرا جیسا عظیم ادیب اپنی ہی کتاب کی تصحیح نہ کر سکے تو معلوم ہے کہ تصحیح کا کام چنداں سادہ نہیں ہے۔''

چندروز بعد علی محدّث صاحب کا ایک اور خط ملا جس میں انھوں نے اپنی ایک قیاسی تصحیح سے رجوع کیا تھا۔ یہ خط اس بات پر گواہ ہے کہ ایک اصیل محقق ہمیشہ اپنی غلطیوں کی درستی میں کوشاں رہتا ہے اور جب اس کی رسائی حقیقت تک ہو جاتی ہے تو وہ اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ دوسرے خط کا ترجمہ یہ ہے:

''تفسیر فخر رازی کے عربی متن میں ایک بار ''خارق للعادۃ'' اور چار بار ''خوارق العادۃ'' آیا ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ ''خوارق للعادۃ'' یا ''خارق للعادۃ'' صحیح تر ہے اور ''خوارق العادت'' زیادہ تر فارسی زبان والوں کا استعمال ہے۔ لیکن کل ایک مصری استاد کی عربی کتاب میں ''خوارق العادۃ'' لکھا دیکھا۔ لہذا میں نے جو [**تذکرۂ نوشاہیہ** میں منقول عربی عبارت میں] چار بار خوارق العادۃ کو خوارق للعادۃ میں تبدیل کر دیا تھا، آپ از راہ کرم ان چاروں مقامات پر اصل صورت یعنی خوارق العادۃ کو واپس لے آئیں۔ میں اپنی قیاسی اور نظری تصحیح پر معذرت خواہ ہوں، اگرچہ میری رائے اب بھی وہی ہے۔ لیکن ایک مصری استاد کی تحریر بجائے خود نصِ صریح ہے کہ لفظ کی وہ صورت [خوارق العادۃ] صحیح ہے۔

میں اسی وقت سے، جب آپ کو [پہلا] خط روانہ کیا تھا، عربی متون میں اس لفظ کی تلاش میں تھا جو خوش قسمتی سے مجھے مل گیا۔ اب اپنی ''جہالت'' کی تلافی کر رہا ہوں۔''

حواشی

۱۔ مقالات عارف، راقم السطور کے فارسی مقالات کا مجموعہ، مطبوعہ تہران، جس کی دوسری جلد مکمل طور پر قدیم فارسی متون پر مبنی ہے اور اس میں جا بجا عربی عبارات آئی ہیں۔

۲۔ میری مرتبہ کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، مطبوعہ تہران چھپ کر آئی تو اس پر ایک ایرانی فاضل محمد باہر نے تبصرہ چھپوایا۔ اس میں کتاب کی عربی عبارات کی صحت پر اعتراض کیا گیا تھا، حالانکہ یہ تمام عربی عبارات میں نے ایران کے نامور عربی فاضل علی نقی منزوی کو چھپنے سے پہلے دکھائی تھیں۔ غالباً معاملہ یہی ہے کہ عربی عبارات ذی وجوہ ہوتی ہیں اور اعراب کے ذریعے ان سے مختلف معانی متبادر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ میری نظر سے علی محدث کے مرتب کردہ دو الگ الگ مجموعہ ہائے رسائل گذرے ہیں، ایک **پانزدہ منظومۂ ادبی۔ عرفانی بہ فارسی و عربی سرودۂ پانزدہ شاعر پارسی، هندی، رومی و تازی**، ۲۰۰۴ء اور دوسرا **بیست متن فلسفی۔ عرفانی بہ پارسی و تازی**، ۲۰۰۸ء ان دونوں کتابوں میں مجموعی طور پر ۳۵ قدیم متن شامل ہیں اور یہ اُپسالا یونی ورسٹی، سوئیڈن سے شایع ہوئی ہیں۔